ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

# تأثرات ومشاہدات

آج سے تقریباً ۲۵، ۲۶ سال پہلے کی بات ہے، میں ان دنوں دارالعلوم نانک واڑہ کراچی میں زیر تعلیم تھا، دارالعلوم میں ایک جلسہ ہوا، جس میں بہت سی بزرگ علمی شخصیات کا اجتماع ہوا، جن میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی، حضرت مولانا مفتی محمد حسن اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع جیسے حضرات تشریف فرما تھے، اتنے میں ایک بزرگ تشریف لائے، خوبصورت اور نورانی چہرہ، نہایت بارعب اور پرکشش شخصیت، خوبصورت اور صاف ستھرا جبہ زیب تن، سر پر لنگی اور کلاہ پہنے، سب حضرات نے اٹھ کر ان کا پرتپاک استقبال فرمایا، یہ تھے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور یہ میرے لئے آپ کی زیارت کا پہلا موقع تھا، اور اسی زیارت سے آپ سے قلبی تعلق قائم ہوگیا، اس کے بعد محترم مولانا محمد طاسین صاحب کی قیام گاہ مجلس علمی میں کئی بار زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا، اور جب آپ نے محرم ۱۳۷۴ھ میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کی بنیاد ڈالی تو انہی دنوں سعودی عرب کے سابق سفیر مرحوم شیخ عبدالحمید الخطیب نے جامع مسجد نیوٹاؤن میں عشاء کے بعد ''عربی کلاس'' کا افتتاح کیا، اور میرے استاد محترم مرحوم ڈاکٹر امین مصری نے اس مرکز میں تدریس کا فرض میرے سپرد کیا، میں روزانہ دارالعلوم نانک واڑہ سے اس مرکز میں عربی پڑھانے آتا اور یہاں سے فارغ ہوکر حضرت کی خدمت میں حاضری دیتا، نہایت شفقت فرماتے، میں عرض کرتا کہ حضرت آپ درجہ تکمیل کے ساتھ دورہ حدیث اور موقوف علیہ کا درجہ بھی جاری فرمائیں، تاکہ ہم لوگ بھی داخلہ لے سکیں۔ (اس وقت تک حضرت کے مدرسہ میں صرف درجہ تکمیل کا اجراء ہوا تھا)۔ تو فرماتے کہ انشاء اللہ! جلد ہی شروع کریں گے، چنانچہ یہ عربی مرکز تقریباً ایک سال تک اس قرب کا ذریعہ بنا رہا۔

پھر ایک سال بعد جب آپ نے دورہ حدیث اور موقوف علیہ کے درجے کا افتتاح فرمایا اور یہ خادم بھی

مدرسہ میں منتقل ہوگیا تو ہر وقت حضرت شیخ کو دیکھنے، سننے اور علمی استفادہ کا موقع مل گیا' نماز میں آپ کے ساتھ رہتا' عصر کے بعد اساتذہ کے ساتھ مجلس فرماتے تو میں آپ کی مجلس کو ترجیح دیتا' جبکہ میرے ساتھی ٹہلنے کے لئے باہر نکل جاتے یا کبھی کسی دوست کے ہاں تشریف لے جاتے تو خادم ساتھ ہوتا' جب آپ کے گھر والے ٹنڈ والہ یار سے منتقل ہوکر کراچی آگئے تو گھر کی ضروریات خریدنے آپ ہفتہ میں ایک بار بازار خود تشریف لے جاتے' خادم بھی ساتھ ہوتا' کبھی تنہا مجھے بھیج دیتے' اس قرب اور شفقت کا یہ اثر تھا کہ باہر سے آنے والے ناواقف حضرات اس خادم کو آپ کے گھر کا ایک فرد سمجھتے۔ تعلیم کے دوران ایک دن بھی آپ کے درس سے غیر حاضر نہیں رہا' درجہ تکمیل وتخصص کے امتحان سے پہلے ہی آپ نے مجھے مدرسہ میں مدرس مقرر کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔

آپ کے ساتھ اندرون ملک' حرمین شریفین، مصر اور مشرقی افریقہ کے بہت سے سفر کرنے اور خدمت کا شرف نصیب ہوا' یہ تمام امور میں نے خودستائی کے لئے نہیں' بلکہ یہ واضح کرنے کے لئے ذکر کئے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے میرا کتنا گہرا اور تادیر تعلق رہا ہے' تاکہ حضرت شیخ کے بارے میں آپ میرے تاثرات کے صحیح وزن کو محسوس کرسکیں۔ نیز یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کی بارے میں اگر صرف اپنے مشاہدات وتاثرات قلمبند کرنے بیٹھوں تو اس کے لئے بھی ایک ضخیم دفتر کی حاجت ہے' یہاں چند چیزیں محض بطور نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں، آپ کا ہر کام اخلاص پر مبنی ہوتا' دکھلاوے اور ریاء سے نفرت تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقولہ اکثر نقل فرمایا کرتے تھے: **أسمعت من ناجيت**۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی بنیاد آپ نے خود رکھی اور آپ ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس مقام پر پہنچایا' مگر آپ تواضعاً یہ بھی پسند نہ فرماتے تھے کہ آپ کے نام کے ساتھ "مہتمم" کا لفظ لکھا جائے' اس لئے آپ نے ایک نیک اور بزرگ ہستی مرحوم سید محمد خلیل صاحب صدر انجمن جامعہ مسجد نیوٹاؤن کو اعزازی مہتمم بنادیا' جو دس سال اپنی وفات تک اس منصب پر قائم رہے، مدرسہ کے مالی معاملات میں اتنی احتیاط سے کام لیتے کہ اس دور میں بہت کم اس کی مثال ملتی ہے' زکوٰۃ کا پیسہ صرف طلبہ پر خرچ ہوتا اور اساتذہ کی تنخواہیں غیر زکوٰۃ سے دی جاتیں' زکوٰۃ میں حیلہ نہیں فرماتے تھے اور چندہ جمع کرنے کے جتنے بھی طریقے ہیں' سب ترک کردیئے تھے۔ فرماتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ دعا سکھادی ہے' یہی دعا کرتا ہوں کہ: اے اللہ! خزانوں کا تو مالک ہے اور بندوں کے دل بھی تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں' آپ ان کے دل پھیر دیں کہ وہ اس مدرسہ کی خود آکر خدمت کریں' ہمیں ان کے دَر پر نہ لے جا۔ فرماتے: مالداروں کو ہمارا ممنون ہونا چاہئے کہ ہم ان کا مال صحیح جگہ خرچ کرکے ان کے لئے جنت کا سامان بناتے ہیں' مدرسہ کے مہمانوں کا خرچ' مدرسہ کے لفافے رائٹنگ پیڈ اور ڈاک تک کا خرچ خود برداشت کرتے۔

ایک دفعہ ایک صاحب دفتر میں آپ کے ساتھ بیٹھے تھے‘ انہوں نے سامنے رکھے ہوئے سفید کاغذات میں سے اٹھا کر کچھ لکھنا شروع کردیا‘ آپ نے فرمایا: کہ یہ کاغذات مدرسہ کے ہیں‘ ان کو کسی دوسرے کام میں استعمال کرنا صحیح نہیں، اپنے نام کے ساتھ ابتداء میں شیخ الحدیث کا لفظ بھی گوارا نہ تھا‘ اس لئے جب تک ابتدائی دور میں مولانا عبدالحق نافع رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ رہے‘ یہ منصب ان کے سپرد کئے رکھا اور وہی بخاری شریف پڑھاتے رہے، ایسا دور بھی آیا کہ آپ کی تنخواہ کم اور دوسرے اساتذہ کی زیادہ تھی‘ اور آخری سالوں میں تو تنخواہ لینا ہی بند کردیا تھا۔

آپ بہت مردم شناس تھے‘ اگر کسی شخص میں کوئی خوبی دیکھتے تو اس کی قدر فرماتے‘ اس لئے آپ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ مدرسہ کے لئے قابل اور مخلص اساتذہ کا انتخاب فرمائیں، فرماتے تھے کہ: ایک شخص اپنے اخلاص کی بدولت الف، باء پڑھا کر جنت میں جاسکتا ہے اور دوسرا اخلاص کے بغیر بخاری پڑھا کر اس سے محروم رہ سکتا ہے، مدرسہ کے انتظامی اور علمی امور میں بڑے اساتذہ سے ہمیشہ مشورہ فرماتے‘ بعض امور میں سب چھوٹے بڑے اساتذہ کو جمع فرماتے‘ اساتذہ میں ملازمت کا تصور ختم کردیا تھا‘ فرماتے: ہم سب شریکِ کار ہیں‘ ہر شخص یہ سمجھے کہ یہ اس کا ادارہ ہے اور اس نے اس کی خدمت کرنی ہے، مدرسہ کے لئے علمی کتابیں جمع کرنے میں آپ نے بہت تکلیفیں اٹھائیں‘ بعض دفعہ حرمین شریفین سے حج کے بعد کئی من کتابوں کی پیٹیاں خرید کر بحری جہاز سے اپنے ساتھ لاتے۔

طلباء کی تربیت کی طرف بہت توجہ فرماتے‘ کسی طالب علم کی تعلیمی کمزوری قابلِ برداشت ہوجاتی تھی‘ لیکن اخلاقی اور دینی کمزوری ناقابلِ برداشت تھی‘ گھٹنوں کے درد سے پہلے صبح کی نماز کے بعد دارالاقامہ میں خود تشریف لاتے اور کمروں میں دیکھتے کہ کوئی طالب علم سویا تو نہیں ہے، ہر تعلیمی سال شروع ہونے سے پہلے سب طلباء کو جمع فرماتے اور اخلاص کی تلقین فرماتے اور پھر وقتاً فوقتاً اس کی یاددہانی فرماتے رہتے، دین کی خدمت کا جذبہ اتنا تھا۔ فرماتے کہ: میں کبھی سوچتا ہوں کہ خدانخواستہ اگر ایسے حالات پیدا ہوجائیں کہ مجھ پر خدمتِ دین کے سارے دروازے بند ہوجائیں تو میں کیا کروں گا؟ میں ایسا گاؤں تلاش کروں گا، جہاں کی مسجد غیر آباد ہو اور لوگ نماز نہ پڑھتے ہوں‘ وہاں جاکر اپنے پیسوں سے ایک جھاڑو خریدوں گا اور مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کروں گا‘ پھر خود اذان دوں گا اور لوگوں کو نماز کی دعوت دوں گا‘ جب وہ مسجد آباد ہوجائے گی، تو پھر دوسری مسجد کو تلاش کروں گا اور وہاں بھی ایسا ہی کروں گا۔

کتابوں کی حفاظت اور حسنِ استعمال کا بہت اونچا ذوق تھا‘ کوئی کتاب برسوں استعمال فرماتے‘ مگر میلی نہ ہوتی تھی۔ وفات سے چند روز پہلے یہ خادم اور کچھ دوسرے اساتذہ بیٹھک میں بیٹھے تھے تو ایک کتاب ’’مقدمہ

فتح الباری‘ ہاتھ میں لئے ہوئے فرمارہے تھے کہ یہ کتاب میرے والد صاحب نے اپنے بچپن میں خریدی تھی‘ انہوں نے استعمال کی، پھر میں نے کی۔ دیکھئے ایسی حالت میں ہے گویا ابھی بازار سے خریدی گئی ہو۔ایک بار کسی دوست نے آپ سے ایک کتاب مستعار لی‘ جب واپس کی تو جلد وغیرہ خراب ہوچکی تھی‘ آپ نے واپس نہیں لی، بلکہ انہیں کو دے دی۔

کتابوں کے ساتھ ادب کا یہ عالم تھا کہ سوتے وقت پاؤں کی طرف کوئی کتاب نہ چھوڑتے چاہے‘ وہ اونچی کیوں نہ رکھی ہو۔ایک دفعہ سفر میں فرمایا کہ: وہ کتاب وہاں سے ہٹادیجئے۔ میں نے عرض کیا: حضرت! درمیان میں حائل موجود ہے۔فرمایا: پہلی بار آپ کو سنارہا ہوں‘ مجھ پر ایسا وقت بھی گذرا ہے کہ اگر پاؤں کی طرف کوئی بھی لکھی ہوئی چیز ہوتی‘ میرے پاؤں کھینچ دیئے جاتے‘ آخر رو رو کر دعا کرتا رہا‘ تب یہ کیفیت ختم ہوئی۔

آپ کی فکر کا افق بین الاسلامی، بلکہ بین الاقوامی تھا‘ مسلمانوں کے مسائل سے دلچسپی تھی‘ ان کی دینی و دنیاوی ترقی سے خوش ہوتے اور دینی تنزل اور کمزوری کی خبریں سن کر رنجیدہ اور غمگین ہوتے‘ عربوں اور مسلمانوں کی اجتماعی کمزوریوں پر تنبیہ فرماتے اور اس کا علاج بھی بیان فرماتے۔اس کے لئے آپ کے جاری کردہ رسالہ ’’بینات‘‘ کے مختلف ’’بصائر وعبر‘‘ شاہد صادق ہیں‘ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا‘ حق کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی فکر نہ فرماتے‘ ہر دور میں جب بھی کسی حکومت نے دین کے خلاف کوئی قدم اٹھایا‘ آپ نے اس کے خلاف کلمہ حق بلند کیا اور جب بھی ضرورت پڑی یا موقع ملا تو نہایت اخلاص کے ساتھ حکمرانوں کو نصیحت فرمائی‘ بلکہ بعض اوقات مسلمان سربراہوں سے ملاقاتیں فرمائیں اور ان کو ناصحانہ خطوط لکھے۔

آپ کا ہر سفر کسی نہ کسی دینی مقصد اور رضا الٰہی کے لئے ہوتا تھا‘ سفر میں سیر وسیاحت سے‘ شاندار ہوٹلوں یا کوٹھیوں اور بنگلوں میں قیام سے، پر تکلف ضیافتوں اور میزبانوں کے استقبال سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ: بار بار حج یا عمرہ کا سفر کرنے سے میرا مقصد حج یا عمروں کی تعداد بڑھانا اور اس کو اپنے لئے سرمایۂ فخر ومباہات سمجھنا ہرگز نہیں ہے، بلکہ میں تو ایک خاص مقصد کے لئے بار بار حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا جاتا ہوں اور یہ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو یہ باغ لگایا ہے‘ (مدرسہ عربیہ اسلامیہ) اس کی قبولیت اور کامیابی کے لئے دعائیں کروں‘ بیت اللہ کے فیوض اور روضۂ اقدس ﷺ کی برکات حاصل کروں کہ: اللہ تعالیٰ بانی اور اساتذہ وطلبہ کی محنت کو قبول فرمائیں اور ان کو مزید اخلاص اور اہلیت سے سرفراز فرمائیں‘ جس طرح ایک کار کا ڈرائیور جب سفر شروع کرتا ہے تو تیل کی ٹنکی کو بھر لیتا ہے‘ مگر جہاں ٹنکی خالی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو جلد از جلد کسی پٹرول پمپ سے تیل لیتا ہے‘ اسی طرح میں بھی نہ صرف ہر سال‘ بلکہ سال میں متعدد مرتبہ حرمین شریفین سے تیل لینے جاتا ہوں۔

آپ سفر سے پہلے استشارہ اور استخارہ دونوں سے کام لیتے تھے اور جب عزم فرما لیتے تو پھر ضعف یا مرض یا سفر کی صعوبتیں مانع نہیں ہوتی تھیں' آخر عمر میں گھٹنوں کے درد کی وجہ سے اٹھنا، بیٹھنا اور چلنا پھرنا دوبھر ہوگیا تھا' مگر حج وعمرہ کے طواف وسعی کی سعادت حاصل کرنے میں یہ درد قطعاً مانع نہیں ہوتا تھا۔ اپنے پاؤں سے چل کر واجبات ومستحبات طواف کی ادائیگی اہتمام کے ساتھ کرتے تھے' سعی بھی اکثر پیدل ہی کرتے تھے' اگر مجبور ہوجاتے تو اخیر کے تین شوطوں میں گاڑی پر سوار ہوکر سعی پوری کرلیتے۔

بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دے کر بھی اسے ہیچ سمجھتے تھے' گویا کچھ کیا ہی نہیں' فخر ومباہات تو کجا؟ یہ آپ کے عام سفروں کا حال تھا۔ افریقہ کے طویل سفر میں ایک روز دیکھا کہ تہجد سے فارغ ہوکر بیٹھے ہیں اور زاروقطار رورہے ہیں اور فرماتے جارہے ہیں کہ: ہم نے اللہ کے لئے کیا کیا؟ ہم نے اللہ کے لئے کیا کیا؟......

آپ نے سفر وحضر میں جتنی بھی تقریریں فرمائیں' سب میں ایمان باللہ، اللہ اور رسول کی محبت، اطاعت وانقیاد واتحاد بین المسلمین پر زور دیتے تھے' اور اختلافی جزئیات اور فرعی چیزوں کو قطعاً نہیں چھیڑتے تھے، تاکہ مسلمانوں میں اختلاف کا ذریعہ نہ بنیں اور جب افریقہ کے بعض ممالک کے متعلق سنا کہ کچھ حضرات یہاں آتے ہیں اور مسلمانوں کو لڑا کر چلے جاتے ہیں' تو ان مقررین کی کوتاہ کاری اور کجروی پر بے حد افسوس فرمایا۔

حالتِ سفر میں حضر کی طرح طہارت اور نماز باجماعت کا بہت اہتمام فرماتے تھے' چنانچہ سفر سے پہلے اور سامان کے ساتھ جائے نماز، لوٹا، مسواک، وضو کی چپل، قبلہ نما وغیرہ اشیاء ساتھ رکھتے تھے' الحمدللہ! کہ اس خادم کو رفیق سفر ہونے کے علاوہ صاحب نعلین، صاحب مسواک، صاحب طہور اور صاحب سرِّ ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا ہے' اگر مسجد قریب ہوتی تو مسجد میں جاکر جماعت سے نماز ادا فرماتے اور اگر دور ہوتی تو جائے قیام پر ہی خود اپنے رفقاء کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کرتے۔ الحمدللہ! کہ افریقہ کے طویل سفر میں ایسے موقع پر خادم اذان اور اقامت کہتا اور حضرت مولانا مرحوم امامت فرماتے۔ نماز کے اہتمام کا یہ حال تھا کہ لوسا کا (زمبیا) ایئرپورٹ سے جب شہر کی طرف روانہ ہوئے تو وہاں کے حضرات نے عرض کیا کہ: عصر کی نماز شہر میں پہنچ کر پڑھیں گے' مگر ایئرپورٹ شہر سے کافی دور تھا' جب راستہ میں دیکھا کہ سورج کے متغیر ہونے کا خطرہ ہے تو سختی سے موٹریں رکوادیں اور اتر کر تیمّم فرمایا اور ایک طرف گھاس پر باجماعت نماز ادا کی اور فرمایا کہ: اب اطمینان ہوگیا۔

سفر میں قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام فرماتے تھے اور اپنے ساتھ ہمیشہ مصحف شریف اور ادعیہ ماثورہ کی کتابیں رکھتے تھے' اور صبح کے وقت تلاوت بھی فرماتے، سفر وحضر میں تہجد کی نماز آپ کا مستقل معمول تھا' پہلی دو رکعت خفیف ہوتیں' دوسری دو میں پوری سورۂ یاسین تلاوت فرماتے اور باقی رکعات میں مختلف سورتیں پڑھتے۔ الحمدللہ! کہ اس سفر میں تہجد میں بھی آپ امام اور خادم مقتدی ہوتا تھا' مزید احتیاط کے لئے ہمیشہ سفر میں

سفری ٹائم پیس رکھتے، اگر چہ اس کی ضرورت بہت کم پڑتی تھی، سفر میں ہمیشہ اپنے ساتھ دوسری ضروریات کے علاوہ ٹارچ بھی رکھتے تھے، جس کا اہم مقصد یہ ہوتا تھا کہ رات کو اٹھتے وقت کمرے کی بتی نہ کھولیں اور روشنی نہ کریں، تاکہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو، نیز سفر وحضر میں ہمیشہ سرمہ دانی بھی تکیہ کے قریب ہوتی اور سوتے وقت سرمہ استعمال فرماتے۔ اپنے ساتھ سفر میں آٹھ دس قسم کی بیماریوں کی دوائیں بھی رکھتے اور اپنے ہم سفر اور میزبانوں میں کسی کو تکلیف ہوتی تو ان پر تقسیم فرماتے، جس سے بہت سے لوگ مستفید ہوتے اور دعائیں دیتے۔

حضر کی طرح سفر میں بھی آپ کا دسترخوان وسیع ہوتا تھا۔ ایک دفعہ حج کے سفر میں منیٰ میں ٹھہرے تھے، مولانا مفتی محمود صاحب، جو اس وقت صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ تھے، سعودی حکومت کے مہمان تھے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے مفتی صاحب کے پاس بھیجا کہ خیریت معلوم کر آؤں، میں حاضر ہوا تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ: میں خود مولانا سے ملنے جارہا تھا، چنانچہ مولانا کے پاس تشریف لائے، دسترخوان پر خشک اور تازہ مختلف قسم کے میوہ جات رکھے تھے، مفتی صاحب ہنس کر فرمانے لگے کہ: مولانا بادشاہ تو آپ ہیں کہ دسترخوان پر بے شمار نعمتیں موجود ہیں، ہمارے پاس اگر کوئی ملنے آتا ہے تو اسے چائے کی پیالی یا ٹھنڈی بوتل کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

اگر سفر میں کوئی عالم یا طالب علم ساتھ ہوتا تو وقتاً فوقتاً علمی نکات سے مستفید فرماتے رہتے، اہل علم کی معیت سے آپ کو قلبی مسرت ہوتی تھی، معمولی خدمت پر ممنون ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے، جب کہیں دین کا کام ہوتا دیکھتے یا کسی کو دین کا کام کرتا دیکھتے تو خوشی کا اظہار فرماتے اور اس کے لئے دعا فرما کر اس کی ہمت افزائی فرماتے، سفر میں اپنے ہمسفر کا بہت زیادہ خیال فرماتے، حتیٰ کہ آپ کی پدرانہ شفقت سفر کے احساس کو بھلا دیتی تھی، چنانچہ افریقہ کا تین چار ماہ کا لمبا سفر اس طرح گذرا کہ ایک دن بھی سفر کا احساس نہیں ہوا، سفر کا احساس اس روز ہوا جب اس سفر کے اختتام پر آپ کو میں نے جدہ سے کراچی کے لئے روانہ کیا اور خود جدہ سے قاہرہ کے لئے روانہ ہوا۔

تواضع کا یہ عالم تھا کہ اپنے لئے امتیازی حیثیت گوارہ نہیں فرماتے تھے، اس سفر میں ہوٹل کے قیام کے دوران کمرے میں میری چارپائی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی چارپائی کے بالمقابل بچھی تھی، میرا جی گوارہ نہ کرتا تھا کہ اس طرح بالمقابل سوؤں، میں نے بستر چارپائی سے اٹھا کر نیچے قالین پر بچھانا چاہا تو سختی سے روک دیا اور فرمایا کہ: چارپائی پر ہی سونا ہوگا۔ اسی طرح نیروبی میں ایک صاحب کے مکان پر جب قیام فرمایا تو وہاں کمرے میں صرف ایک پلنگ بچھا تھا، باقی قالین پر۔ انہوں نے میرے لئے اسپرنگ والا موٹا گدا بچھا دیا تھا، تو مجھے فرمانے لگے کہ: میرا بستر بھی قالین پر بچھا دیجئے، میں نے بڑی مشکل اور اصرار سے چارپائی پر آپ کو سلایا۔

دورانِ سفر ہوٹل یا کسی دفتر میں اترتے چڑھتے وقت جب لفٹ کے لئے میں بٹن دباتا اور لفٹ آجاتی تو

آپ قصیدہ بردہ کا یہ شعر پڑھتے:

**جاءت لدعوتہ الأشجار ساجدۃ**

**تمشی إلیہ علی ساق بلا قدم**

آپ کی روح پرور گفتگو سے کبھی دل نہیں اکتایا اور آپ کی مجلس سے کبھی دل سیر نہیں ہوا، آپ سے دوری کے اوقات میں برابر طبیعت بے چین رہتی۔ مصر میں میرا جانا آپ کی اجازت اور آپ کے مشورہ سے ہوا تھا، مصر کی رنگینیوں کی وجہ سے مصر جانے والے حتی الامکان مصر کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور جو واپس ہوتے ہیں وہ ہمیشہ مصر کے رنگین لیل ونہار یاد کرتے ہیں، لیکن میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میرے لئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کی بناء پر مصر ایک جیل خانہ تھا، جس میں، میں نے چار پانچ سال گذارے ہیں اور جب کبھی زیادہ پریشانی کی حالت میں سوتا تو خواب میں آپ کو دیکھتا۔ دعا فرمادیتے یا کوئی اور تسلی کی بات فرمادیتے اور صبح جب اٹھتا تو طبیعت پر سے سارا بوجھ اتر چکا ہوتا، جب میں نیا نیا مصر گیا تو قاہرہ کے ایک ہوٹل میں قیام کیا، رات کو ہوٹل کے شور وغل کی وجہ سے نیند نہیں آتی تھی، ایک روز کافی دیر ہوگئی، غالباً رات کے ایک یا دو بج چکے تھے، پریشان ہوکر سویا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا مرحوم بیٹھے ہیں، میں دوزانوں بیٹھا ہوں اور چاروں طرف مدرسہ کے اساتذہ کرام بیٹھے ہیں، میں عرض کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا فرمائی اور دعا کے بعد ہاتھ اپنے منہ کے بجائے میرے منہ پر پھیرے، تو مدرسہ کے ایک بڑے استاذ نے عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا فرمائیں، آپ مسکرائے اور فرمایا کہ: **سبقک بہا عکاشۃ**.

مصر سے جب گزشتہ فروری ۱۹۷۷ء کے اوائل میں واپس ہوا تو میں نے رفاقت سفر کے پرانے معاہدے کی دوبارہ تجدید کے طور پر عرض کیا کہ اب تو آپ کوئی سفر بھی اندرون ملک کا ہو یا بیرون ملک کا ہو تو میں انشاء اللہ آپ کے ساتھ رہوں گا، نہایت خوشی کا اظہار فرمایا اور معاہدہ کی توثیق فرمادی۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ دو ہی آدمی ایسے ہیں جن سے سفر میں صحیح آرام ملتا ہے اور پھر میرے مزاج کو خوب جانتے ہیں۔ ایک مولانا حبیب اللہ صاحب اور دوسرا اس خادم کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس سے پہلے بھی نیروبی کے خط میں لکھ چکے تھے کہ الحمد للہ! جس رفاقت کی ضرورت تھی، میسر آگئی۔ اس فرمانے کے بعد انتہاء درجہ قلبی مسرت ہوئی کہ الحمد للہ! اب ہم اس قابل ہوگئے ہیں کہ خدمت کا شرف حاصل کرسکیں، اس کے بعد ایک سفر میں معیت کا شرف حاصل ہوا، جب آپ پہلی بار ۱۲۸ اکتوبر کو کراچی سے اسلام آباد اسلامی نظریاتی کونسل کے پہلے اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے، اجلاس سے فارغ ہوکر اسلام آباد سے بذریعہ موٹر جہانگیرہ تشریف لے گئے، وہاں حضرت مولانا لطف اللہ صاحب مدظلہ سے ملاقات فرمائی اور ان کی اہلیہ مرحومہ کی تعزیت فرمائی، وہاں سے سخاکوٹ تشریف لے گئے اور

حضرت مولانا عزیز گل صاحب بقیۃ السلف مدظلہ سے طویل مجلس فرمائی۔

مردان سے گزرنے کے بعد راستہ میں ایک گاؤں مہابت آباد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا' میں اس گاؤں میں پیدا ہوا ہوں' وہاں سے پشاور تشریف لے گئے' پشاور میں اپنے ماموں زاد بھائی مولانا محمد ایوب جان صاحب بنوری کے ہاں قیام فرمایا اور اپنے عزیز واقارب سے ملاقات فرمائی' پشاور شہر اور قریب قریب سے دوسرے شہروں کے علماء اور صالحین سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتے رہے' خصوصاً مولانا محمد اشرف صاحب، مولانا عبدالقدوس صاحب اور مولانا قاضی نورالرحمٰن صاحب۔ ایک روز کے لئے لنڈی کوتل میں تشریف لے گئے اور خادم سے فرمایا کہ: آپ پہلی بار میرے ساتھ پشاور آئے ہیں، اس لئے آپ کو لنڈی کوتل اور درہ خیبر دکھاؤں گا' لنڈی کوتل کے قریب ایک گاؤں میں وہاں کے علماء و مخلصین جمع ہو گئے اور ان کے ساتھ دن کا اکثر حصہ گذارا اور شام کو واپس تشریف لے آئے' دوسرے روز ۴ اکتوبر کی شام کو بذریعہ ہوائی جہاز پشاور سے سیدھے کراچی تشریف لے آئے' گویا یہ الوداعی سفر تھا' جس میں اپنے دوستوں، عزیزوں اور مخلصین سے رخصت ہو رہے تھے' کسی کو کیا معلوم تھا کہ یہ آخری سفر ہوگا' البتہ یہ بات بار بار فرماتے تھے کہ اب میں سفر کے قابل نہیں رہا۔

لیکن اس کے بعد آپ نے تو ایسا سفر اختیار فرمایا کہ ساری حسرتیں دل کی دل میں ہی رہ گئیں۔ کاش کہ یہ سفر اپنے اختیار میں ہوتا اور شرعاً اس کی اجازت بھی ہوتی تو جہاں ملک اور بیرون ملک کے سفر میں معیت کا معاہدہ کیا تھا، آخرت کے سفر کا بھی معاہدہ کر لیتے' آہ ہمارے شیخ ہم سے جدا ہو گئے اور ہمیں یتیم چھوڑ کر اپنے رب سے جا ملے۔

فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون. العین تدمع والقلب یحزن وانا بفراقک یاشیخنا وحبیبنا لمحزونون، ولانقول الامایرضی بہ ربنا تبارک و تعالیٰ

اے اللہ! ہم ضعیف و ناتواں ہیں' ہمیں صبر جمیل عطا فرما' اور اے اللہ! ہمارے شیخ مرحوم کی قبر مبارک کو روضۃ من ریاض الجنۃ بنا' اور ان کی پاک روح کو اعلیٰ علیین میں پہنچا کر اکرام و اعزاز فرما۔ اور اے اللہ! ان کا مسکن و ماویٰ جنت الفردوس کو بنا اور ان کے ساتھ وہ معاملہ فرمایا جو تیری شام ارحم الراحمین کے شایان شان ہو۔ اور اے اللہ! آخرت میں ان کو رفع درجات اور علوِ مقامات نصیب فرما۔ اور اے اللہ! جس طرح آپ نے ہمیں ان کی زندگی میں دعواتِ سحری، نالہ ہائے نیم شبی اور دعواتِ حرمین شریفین کی برکات سے سرفراز فرمایا' مفارقت کے بعد بھی ان کی روح پرفتوح کی برکات سے مالا مال فرما کر سرفراز فرما' اور اے اللہ! ان کی چھوڑی ہوئی امانت (مدرسہ عربیہ اسلامیہ) کی حفاظت، خدمت اور ترقی کی اہلیت، ہمت اور توفیق عطا فرما۔

وصلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وسلم